کشف النور عن اصحاب القبور

مزاراتِ اولیاء

رحمہم اللہ تعالیٰ

تصنیف
قدوۃ المحققین علامہ عبد الغنی نابلسی

ترجمہ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری برکاتی

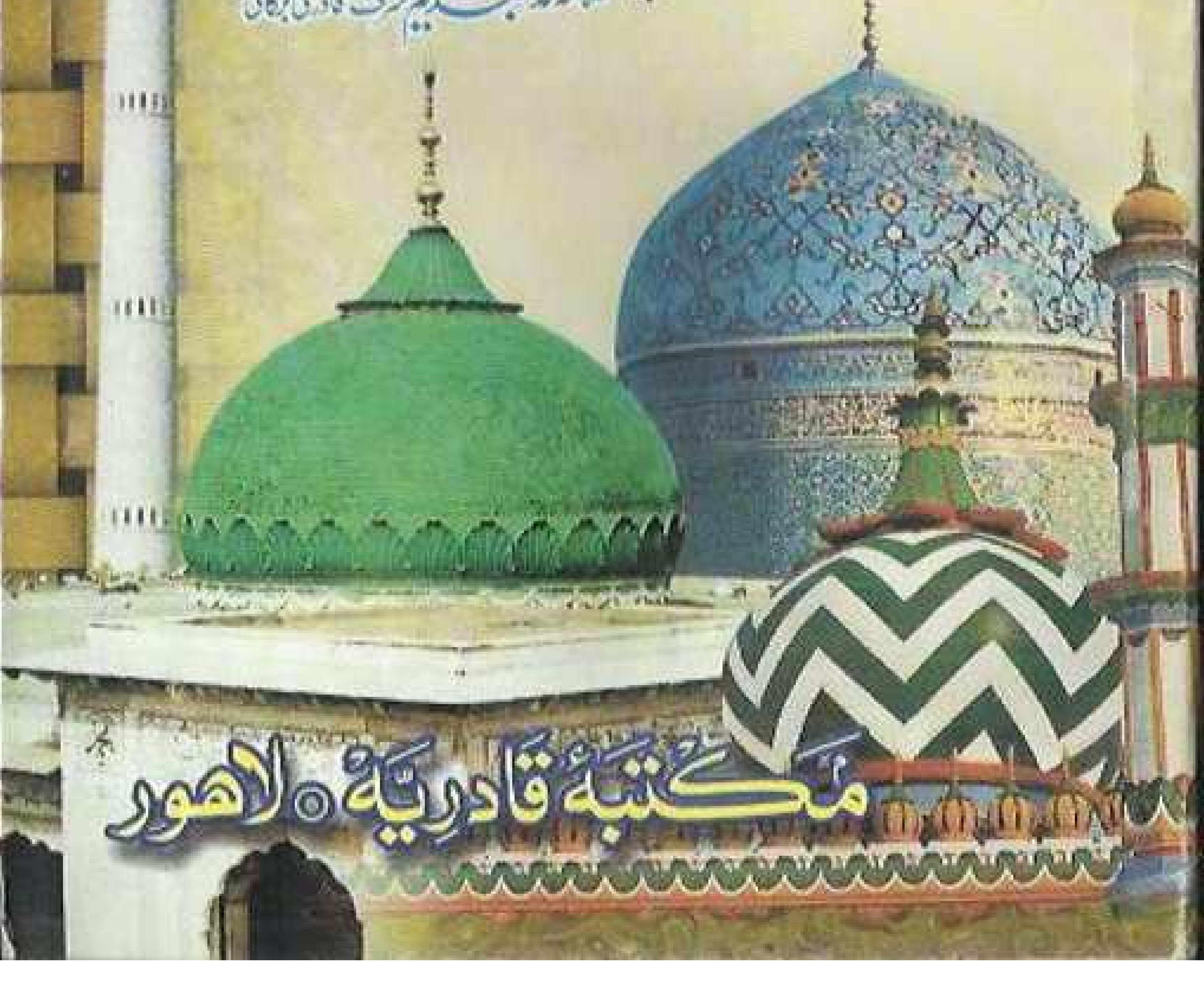

مکتبۂ قادریہ ۰ لاہور

كَشْفُ النُّوْرِ عَنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ

مزاراتِ اولیاء

(رحمہم اللہ تعالیٰ)

پر

چادر چڑھانا جائز اور وصال کے بعد اولیاء کرام کی کرامات ثابت ہیں

للامام العلامۃ العارف باللہ ناصح الامۃ قدوۃ المحققین
سیدی عبدالغنی آفندی النابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(م ۱۱۴۳ھ)

مکتبہ قادریہ
جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ________ کشف النور عن اصحاب القبور

ترجمہ ________ مزارات اولیا (رحمہم اللہ تعالیٰ)

تصنیف ________ علامہ عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اردو ترجمہ ________ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی

طبع دوم ________ محرم الحرام 1422ھ / 2001ء

کمپوزنگ ________ الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ۔ لاہور فون: 7225944

ناشر ________ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

باہتمام ________ حافظ نثار احمد قادری

مطبع ________

قیمت ________ [redacted]

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

Ph:7226193

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور صلوٰۃ وسلام اس ذاتِ اقدس پر جن کے بعد کوئی (ونیا) نبی نہیں،

بندہ عبدالغنی ابن اسماعیل نابلسی کہتا ہے:

میں نے یہ رسالہ کراماتِ اولیاء کے ظہور بعد از وصال ان کے مزارات پر قبے بنانے اور چادریں چڑھانے کے سلسلے میں لکھا ہے اور اس کا نام "کشف النور عن اصحاب القبور" رکھا،

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق وصواب القاء کرے اور میرے مسلمان بھائیوں کو حق ظاہر ہونے پر انصاف واعتراف کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور دعا کی قبولیت اس کے شایانِ شان ہے۔

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے جن کرامات سے مقربینِ بارگاہ کو نوازا ہے وہ ایسے امور ہیں جو مخلوقات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی عادت کے خلاف، محض اس کی قدرت وارادہ کے تحت ہیں ان میں ولی کو دی گئی قدرت اور ارادے کو باعتبار تاثیر وتخلیق کے کچھ دخل نہیں، ولی میں جو قدرت وارادہ پیدا کیا گیا ہے وہ صرف اس بات کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر کرامات کو پیدا کرے اور ان کرامات کی نسبت ولی کی طرف ہو، جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ ولی کو کسی کرامت میں تاثیر (ایجاد) ہے وہ اللہ تعالیٰ کا منکر ہے جیسا کہ "علم توحید" میں بیان کیا گیا ہے۔

کرامت کی حقیقت

اللہ تعالیٰ جو کرامات ولی کے ہاتھ پر پیدا فرماتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ ولی اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تاثیر میں منفرد ہے اور میں تاثیر کی قوت نہیں رکھتا حتیٰ کہ اس کے نفس کی حرکات یعنی بدن میں پھیلی ہوئی روحانی قوتوں قوۃ باصرہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ، شامہ (دیکھنے، سننے، چکھنے، ٹٹولنے اور سونگھنے والی قوتیں) اور قوۃ عقلیہ، باطنہ، متفکرہ، متخیلہ اور حافظہ کی حرکات، اسی طرح تمام اعضاء اور پٹھوں وغیرہ میں ظاہر ہونے والی حرکات، تمام اللہ تعالیٰ نے اس میں پیدا کی ہیں، ولی ہر وقت ان سب کا اپنے نفس میں مشاہدہ کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے۔ ماسوا ان بعض اوقات کے جب اللہ تعالیٰ اس پر غفلت طاری کر دیتا ہے۔ اس وقت وہ (حقیقتاً) ولی نہ ہوگا، زمانِ ماضی کے اعتبار سے (مجازاً) ولی ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ مومن جب سو جاتا ہے تو اسے اس لئے مومن (تصدیق کرنے والا) کہا جاتا ہے کہ وہ حالتِ بیداری میں (زمانِ ماضی میں) مومن تھا۔

یہ حالت، اولیاء کا ادنیٰ حال اور ادنیٰ مشاہدہ ہے اس حالت کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" سے بطور اشارہ اخذ کرتے ہوئے طریق اولیاء میں موت اختیاری کہا جاتا ہے، اشارۂ آیت کے معنی یہ ہے لئے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) بے شک تم وصال پانے والے ہو اور وہ مرنے والے ہیں اگرچہ بظاہر تم سے اور ان سے ظاہر و باطن میں افعال اور ادراک کے اعتبار سے تاثیر ہے، کیونکہ تمہاری اور ان کی حیات مخلوق ہے اور حیات وہ عرض ہے جس کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ باطناً ادراک اور ظاہراً افعال و اقوال،

پیدا فرماتا ہے نہ کہ اس کے ذریعے سے تو یہ حیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کے پیدا کرنے کا سبب محض ٹھہری لہٰذا درحقیقت آپ میں اور ان تمام میں یہی موت ہے۔ یہ اختیاری موت مقام ولایت کے لئے شرط ہے، ولی جب تک اس کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ولی نہیں بنتا،

حدیث شریف "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ" کا اسی طرف اشارہ ہے، یعنی جس نے یہ پہچان لیا کہ نفس ان ظاہری اور باطنی قوتوں سے عبارت ہے جو غیر کی قدرت سے عدم سے معرضِ وجود میں آئی ہیں، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، رب کا معنی مالک ہے تو معنیٰ یہ ہوا کہ اس نے اپنے ظاہری اور باطنی امور کے مالک، اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اسے پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان قوی کا مالک ہے اور جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے، یہ بھی جان لے گا کہ میرا نفس اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے جس طرح چاہے اور پسند فرمائے اس میں تصرف فرماتا ہے۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قسم کے لئے یہ الفاظ ادا فرماتے تھے "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ" یعنی قسم ہے اس ذات پاک کی کہ میری تمام ظاہری اور باطنی قوتیں صرف اسی کے تصرف میں ہیں مجھے اس تصرف میں کچھ دخل نہیں اس سے حدیث تقرب بالنوافل "کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ" الحدیث کا مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی نوافل کے ذریعے تقرب حاصل کرنے والے پر فاعل حقیقی ظاہر ہو جاتا ہے جو اس کی تمام قوتوں میں تصرف کرنے والا ہے اور قوی اس کے نزدیک بے اثر اعراض رہ جاتی ہیں جیسے کہ حقیقت بھی یہی ہے جب یہ قوتیں متقرب کی نظر سے زائل ہو جائیں تو انوار الٰہیہ ان کی جگہ ظہور پذیر ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ اختیاری موت کے بعد ہی ہوگا۔

جب حقیقت یہ ہے تو ولایت، عارفین کے نزدیک موت اختیاری کے ادراک اور اس سے متصف ہونے سے مشروط ہوئی اور اس وقت کرامات کے لئے موت کی موجودگی شرط ہوگی نہ کہ زندگی، جب یہ صورت ہے تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ موت کرامات کے منافی ہے، اس لئے کہ موت کرامات کے لئے شرط ہے (اور شرط مشروط کے منافی نہیں ہوتی) جب تک کوئی انسان اپنے آپ میں اس موت کا یقین نہیں کر لیتا وہ نہ عارف ہے نہ ولی وہ تو ایک عام مومن ہے جو غفلت اور حجاب میں گھرا ہوا ہے اس لئے کہ ولی وہ انسان ہے جس کے تمام ظاہری اور باطنی امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، ہاں ایک عام آدمی اپنے آپ کو اپنے امور کا مالک سمجھتا ہے کیونکہ وہ تمام امور کے مالکِ حقیقی، اللہ تعالیٰ سے غافل و بے خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن و کافر، اور غافل و ہوشمند کے امور کا مالک ہے، اس کے باوجود فرماتا ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کو متصرف جاننے والے اور اس حقیقت سے بے خبر برابر نہیں ہیں۔ امام تیذ کو اد ولاد … کا مقصد یہ ہے کہ ارباب بصیرت بخوبی جانتے ہیں کہ عالم و جاہل اس اعتبار سے یکساں ہیں کہ ہر ایک کے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کا تصرف جاری ہے۔

ثبوت کرامات کے دلائل

دلیل (۱)، کرامت بعد از وصال کا ثبوت فقہا کے اس قول سے ملتا ہے کہ "قبروں کی پامالی مکروہ ہے" امام خبازی "مختصر محیط سرخسی" میں فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبر کے پامال کرنے، اس پر بیٹھنے یا سونے، پیشاب کرنے اور قضائے حاجت کو مکروہ قرار دیا کہ اس میں صاحب قبر کی توہین[1] ہے۔

قاری الہدایہ کی تصنیف جامع الفتاویٰ میں ہے (بعض فضلا سے قبر کی پامالی کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا: مکروہ ہے، سائل نے پوچھا کیا مکروہ تنزیہی ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ گنہگار ہوگا، اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قبر پر چلنے سے انگارے پر پاؤں رکھنا زیادہ پسند ہے، سائل نے پھر پوچھا کہ تابوت اور اس کے اوپر کی مٹی چھت کا درجہ رکھتی ہے (جب چھت پر چلنا جائز ہے تو قبر پر کیوں ناجائز ہے) فرمایا: تم صحیح کہتے ہو لیکن میت کا حق باقی ہے لہٰذا قبر کو پامال کرنا جائز نہیں ہے، امام خجندی سے پوچھا گیا کہ جس شخص کے والدین کی قبریں دوسرے مسلمانوں کی قبروں کے درمیان ہوں کیا اس کے لئے دعا، تسبیح اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو کر قبروں کے درمیان سے گزرنا اور والدین کی قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے؟ فرمایا: ہاں بشرطیکہ قبروں کو پامال کئے بغیر ممکن ہو۔

---

[1] اس مسئلہ کی تحقیق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین میں ملاحظہ فرمائیں

فتح القدیر میں ہے قبر پر بیٹھنا اور اسے پامال کرنا مکروہ ہے۔ بنابریں عامۃ الناس کا یہ فعل مکروہ ہے کہ اگر ان کے عزیزوں کے اردگرد دوسرے لوگ دفن کر دئے گئے ہوں تو وہ اپنے باپ کی قبر تک پہنچنے کے لئے دوسروں کی قبروں کے اُوپر سے گزر جاتے ہیں۔ قبر کے پاس سونا اور قضاء حاجت کروہ ہے۔ بلکہ قضاء حاجت، بطریق اولیٰ مکروہ ہے۔ اسی طرح ہر وہ فعل جو سنّت سے معلوم نہیں ہے۔ سُنّت سے صرف اس قدر معلوم ہے کہ قبروں کی زیارت کی جائے اور انکے پاس کھڑے ہو کر دعا کی جائے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم بقیع شریف (مدینہ طیبہ کا قبرستان) جا کر کیا کرتے تھے اور فرماتے:۔

تم پر سلام ہو اے ایمان دار قوم، ہم انشاء اللہ العزیز،
تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے
اور تمہارے لئے عافیت کا طلب گار ہوں (فتح القدیر)

جب یہ امر درست ہے اور کتب فقہ میں ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مُردوں کی بعداز وفات تعظیم و توقیر ہی ہے کہ قبر پر چلنا اور بیٹھنا مکروہ ہے، یہ عزت و کرامت شریعت مبارکہ میں ثابت ہے، یہ مخلوق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے خلاف ہے کیونکہ عادت اس طرح جاری ہے کہ انسان کے لئے زمین پر چلنا اور بیٹھنا اور تمام حیوانات کے اجزاء کو پامال کرنا جائز ہے، صرف اہل ایمان مُردے اس سے مستثنیٰ ہیں ان کے حق میں عادت کی مخالفت کی گئی ہے اور یہ تمام امور مکروہ تحریمی قرار دئیے گئے ہیں کیونکہ مطلق کراہت، کراہت تحریمیہ پر ہی محمول ہوتی ہے۔ یہ سب بعداز وصال ان کی تعظیم کی بناء پر ہے حالانکہ وُہ عامۃ المسلمین میں سے ہیں۔ خواص مُسلمین یعنی اولیاء کرام مقربین بارگاہ الٰہی کا کیا مقام ہوگا۔؟ اس گفتگو سے شرعی طور پر کرامت بعداز وفات ثابت ہو گئی۔

دلیل نمبر ۲:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم بقیع شریف میں قبروں کی زیارت کرتے تھے اور اُن کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرتے تھے یہ بھی کرامات بعداز وصال کے ثبوت کی دلیل ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اگر نہ جانتے کہ ایمانداروں کی قبروں کے پاس دُعا خصوصیت مقام کے سبب مقبول ہے تو ان کی قبروں کے پاس یہ دُعا: اَسْئَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ (میں اپنی اور تمہاری عافیت کیلئے دُعا مانگتا ہوں) نہ مانگتے اور مومنوں کی قبروں کی برکت سے (جن پر رحمت الٰہیہ نازل ہوتی رہتی ہے) دُعا کا قبول ہونا بعداز وصال کرامات سے ہے یہ تو عام مومنوں کی قبروں کے بارے میں ہے۔ خواص اہل توحید، کامل یقین والے، مقربین بارگاہ الٰہی کی شان تو بہت بلند ہے۔ اس میں بھی کرامت بعداز وصال کا ثبوت ہے۔

دلیل نمبر ۳:۔ شریعت مطہرہ کا یہ حکم کہ مسلمان میّت کو غسل دینا، کفن پہنانا اور دفن کرنا ازراہ تکریم واجب ہے یہ ایسی کرامت ہے جو شریعت مبارکہ نے مومنین کیلئے بعداز وفات ثابت کی ہے اور یہ عادت کافروں اور تمام حیوانات کے بارے میں طریقہ جاریہ کے خلاف ہے۔ جنہیں غسل نہیں دیا جاتا۔

دلیل نمبر ۴:۔ نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ میّت موت سے پلید ہو جاتی ہے اور موت سے ثابت ہونیوالی نجاست زائل کرنے کے لئے صرف انسان کیلئے ازراہ کرامت غسل واجب ہے۔ دیگر حیوانات کیلئے نہیں۔ جامع الفتاویٰ میں ہے کہ میّت کو اسلئے غسل دیا جاتا ہے کہ وُہ تمام دموی حیوانات کی طرح موت سے نجس ہو جاتا ہے البتہ یہ انسان کی کرامت ہے کہ وُہ غسل سے پاک ہو جاتا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ وُہ مومن ہے اسلئے پلید نہیں ہوتا، غسل اس لئے دیا جاتا ہے کہ وُہ بے وضو ہے (انتہیٰ) یہ بھی مومن کی کرامت بعداز وفات کا ثبوت ہے۔

دلیل نمبر ۵:۔ جامع الفتاویٰ میں ہے: قبر پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ نہیں ہے جبکہ میّت مشائخ علماء اور سادات سے ہو۔ اسی میں ہے، میّت کو غسل دینے والا باوضو ہونا چاہئے اور یہ مکروہ ہے کہ غاسل جنبی ہو یا حیض والی عورت ہو (انتہیٰ) یہ بھی مومن کیلئے بعداز وفات کرامت کا صریح ثبوت

ہے۔ بلکہ مومن کے لئے تمام کرامتیں موت کے بعد ہی ثابت ہوتی ہیں، دنیاوی زندگی میں اس کے لئے حقیقتہً نہیں مجازاً کرامت ہوتی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے پڑوس میں ایسے دار میں رہتا ہے جس میں کفر کیا جاتا ہے۔ کسی عقلمند کو اس میں شک نہیں ہوسکتا۔ امام نسفی عمدۃ الاعتقاد میں فرماتے ہیں: ہر مومن موت کے بعد اسی طرح حقیقتہً مومن ہے جس طرح نیند کی حالت میں، اسی طرح رسولانِ گرامی اور انبیاء کرام وصال کے بعد حقیقتہً رسول اور نبی ہیں[1] کیونکہ نبوت اور ایمان سے رُوح موصوف ہوتی ہے اور رُوح مرنے سے متغیر نہیں ہوتی۔ (انتہیٰ)

ہم کہتے ہیں مومن سے امام نسفی کی مُراد یا تو مومن کامل (ولی) ہے اور ایمان سے مُراد ایمان کامل ہے جو کہ ولایت ہے تو مقصد ہوگا کہ ولایت موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ وُہ روح کی صفت ہے اور رُوح تغیر پذیر نہیں ہے یا مومن سے ان کی مراد مطلق مومن اور ایمان سے مطلق ایمان ہے اس صورت میں مومن کامل اور ایمان کا حکم بطریق اولیٰ سمجھا جائے گا جب کہ ہم نے بیان کیا، خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنّت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

لایذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ۔

ہم اس آیت کے اشارہ پر کلام کرتے ہیں اگرچہ اس کی عبارت کا انکار بھی نہیں کرتے جیسے کہ اہل اللہ کا طریقہ ہے۔

---

[1] حضرت مولانا محمد حسن جان سرہندی مجددی قدس سرہٗ الاصول الاربعہ میں فرماتے ہیں کہ اگر وفات کے بعد رسولوں سے رسالت، انبیاء سے نبوت اور اولیاء سے ولایت وکرامت زائل ہوجائے تو عام آدمی کے پاس سوائے ایمان کے کیا ہوتا ہے لازم آئے گا کہ عام آدمی مرتے ہی ایمان سے محروم ہوکر کافر ہوجائے (نعوذ باللہ تعالےٰ من ذالک)

عارفین کی دو صورتیں ہیں:-

۱۔ نفوس میں ۲۔ ابدان میں

عرفاء کے نزدیک نفوس معتبر ہیں نہ کہ ابدان کیونکہ بدن نفوس کی رہائش گاہ ہیں اور اعتبار مکین کا ہوتا ہے نہ مکان کا، راز باشندوں میں ہوتا ہے نہ مسکن میں، وُہ جب اپنے نفوس سے ظاہری اور باطنی طور پر شرعی مجاہدہ کرتے ہیں اور طریق استقامت پر گامزن ہوجاتے ہیں تو ان کے نفوس (اختیاری موت) مرجاتے ہیں اور وُہ موت کا ذائقہ چکھ لینے کی بنا پر حق کو پالیتے ہیں، اُن کی روحیں دنیا میں نفوس کے واسطے کے بغیر اجسام کی تدبیر میں مصروف رہتی ہیں اور وُہ صورۃ بشری کے باوجود معنوی طور پر فرشتے بن جاتے ہیں کیونکہ فرشتے ارواح مجردہ ہیں اور عرفا بھی نفوس کی موت کے بعد ارواح مجردہ رہ جاتے ہیں، جیسے کہ جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تھے، اب جس وقت ان کی رُوحوں کا تعلق تدبیر اجسام سے منقطع ہوگا (وفات کے وقت) تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہوں گے، جب کہ وُہ صورت بشریہ سے جُدا ہوکر عالم تجرد میں چلے جاتے ہیں۔ ان کے حق میں یہ موت حقیقی نہیں بلکہ ایک عالم سے دُوسرے عالم کی طرف اور ایک رنگ سے دُوسرے رنگ کی طرف انتقال ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے انکے حق میں فرمایا۔

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى

آیت کریمہ کا یہ ایک اشارہ ہے جس کے معنی اور مفاہیم کی کوئی حد نہیں اور اس کی حکمتیں، اسرار اور اشارات کی کوئی انتہا نہیں۔

جب حقیقتِ حال یہ ہے تو کوئی عاقل کیسے گمان کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس ولی سے اپنے انعام واکرام منقطع فرمادے گا جس کی ولایت موت جیسی سے کامل ہوگئی اور وُہ عالم مجردات سے ملحق ہوکر عالم ملکوت کی فضا میں فرشتوں کی معیت حاصل کرچکا ہے جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت یہ دُعا فرماتے: "اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ"

وصال کے بعد کرامات کی مستند روایات

محققین اہل اللہ کی تصانیف میں اولیاء کرام کی بہت سی ایسی حکایات واقع ہیں جن سے اولیاء کرام کی کرامات بعد از وصال کا پتہ چلتا ہے۔ یہ وہ روایات ہیں جنہیں معتمد علماء نے قبول کیا ہے ہمارے لئے ان کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام غزالی کی کرامت

ہمارے مقتدیٰ، مجتہد کامل، عالم عامل، الشیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اپنی تصنیف "روح القدس فی مناصحۃ النفس" میں حضرت ابو عبداللہ ابن زین یابری اشبیلی کے تعارف میں فرماتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے تھے، انہوں نے ایک رات امام ابو حامد غزالی کے رد میں ابوالقاسم ابن حمدین کی تالیف کا مطالعہ کیا تو نابینا ہو گئے اسی وقت بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور عجز و نیاز پیش کر کے قسم کھائی کہ آئندہ اس کتاب کو نہیں پڑھوں گا اور اسے اپنے آپ سے دور کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بینائی لوٹا دی۔ (انتہیٰ)

یہ امام ابو حامد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وصال کے بعد ان کی کرامت تھی جو اُس بزرگ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احوال موت کے بیان میں اپنی تصنیف کردہ کتاب "بشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب" میں فرمایا:- حافظ ابوالقاسم لالکائی نے "السنۃ" میں پوری سند کے ساتھ محمد بن نصر صائغ سے روایت کی کہ میرے والد فوت شدہ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے میں بہت شغف رکھتے تھے انہوں نے فرمایا:-

بیٹے! میں ایک دن ایک جنازہ پر حاضر ہوا جب لوگ اسے قبر میں رکھ چکے تو دو آدمی قبر میں اترے پھر ایک باہر نکلا اور دوسرا اندر ہی تھا کہ لوگوں نے مٹی ڈال دی، میں نے کہا دوستو! کیا میت کے ساتھ زندہ بھی دفن کر دیا جائے گا؟ انہوں نے کہا قبر میں تو اور کوئی نہیں ہے میں نے سوچا ممکن ہے مجھے ہی شبہ ہوا ہو، اس کے بعد میں پھر قبر پر گیا اور دل میں کہا کہ میں نے دو آدمی ہی دیکھے تھے جن میں سے ایک باہر نکلا تھا دوسرا اندر ہی رہا۔ میں اس وقت تک یہیں رہوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ یہ معاملہ منکشف نہ فرما دے۔ میں نے دس مرتبہ سورۂ یٰسین اور سورۂ تبارک الذی پڑھی اور گڑگڑا کر عرض کی اے میرے رب! اس صورتِ حال کو منکشف فرما دے جو میں نے دیکھی ہے کیوں کہ مجھے اپنی عقل اور دین کا خطرہ ہے اچانک قبر شق ہو گئی اور ایک شخص نکل کر بھاگ کھڑا ہوا میں نے اسے پکارا اے بندۂ خدا! تجھے تیرے رب کی قسم، ٹھہر جا حتیٰ کہ تجھ سے سوال کر سکوں، وہ نہ ٹھہرا تو میں نے دوسری دفعہ اور تیسری دفعہ پکارا تو اس نے مڑ کر دیکھا اور کہا، تو نصر صائغ ہے؟ میں نے کہا ہاں پھر اس نے کہا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے دو فرشتے ہیں، ہمیں اہل سنت پر مقرر کیا گیا ہے، جب انہیں قبر میں رکھا جاتا ہے تو ہم انہیں قبر میں آ کر حجت کی تلقین کرتے ہیں، یہ کہا اور غائب ہو گیا۔

اہل سنت کو فرشتے قبر میں تلقین حجت کرتے ہیں

امام یافعی، روض الریاحین میں بعض اولیاء سے حکایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ

سے دُعا مانگی کہ مجھے اہلِ قبور کے مراتب دکھا دے میں نے ایک رات دیکھا کہ قبریں شق ہو گئیں، ان میں سے کوئی چارپائی پر کوئی ریشم اور دیباج پر، کوئی گلِ ریحان پر اور کوئی تخت پر محوِ استراحت تھا۔ کوئی رو رہا تھا اور کوئی ہنس رہا تھا، میں نے کہا اے رب! اگر تو انہیں یکساں عزت عطا کر دیتا، اہلِ قبور میں کسی پکارنے والے نے کہا اے بندۂ خدا! یہ ان کے دنیاوی اعمال کا نمونہ ہے۔ تخت والے خوش اخلاق ہیں، ریشم اور دیباج والے شہداء ہیں گلِ ریحان والے روزہ دار ہیں، رونے والے گنہگار ہیں اور ہنسنے والے اہلِ توبہ ہیں"

امام یافعی فرماتے ہیں:

میت کو خیر یا شر میں دیکھنا، کشف کی ایک قسم ہے جسے اللہ تعالیٰ خوشخبری نصیحت یا میت کی بہتری یا اعطاءِ خیر یا قرض کی ادائیگی وغیرہ امور کے لئے ظاہر فرماتا ہے۔ یہ رؤیت عام طور پر نیند میں ہوتی ہے اور کبھی بیداری میں بھی ہوتی ہے اور یہ اصحابِ حال اولیاء کی کرامات سے ہے۔

کفایۃ المعتقد میں ہے۔

ہمیں بعض بندگانِ خدا نے بعض صالحین سے بیان کیا کہ وہ بعض اوقات اپنے والد کی قبر پر جاتے تھے اور ان سے گفتگو کرتے تھے"

امام لالکائی "السنۃ" میں یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک گورکن نے بتایا کہ میں نے اس قبرستان میں عجیب ترین بات یہ دیکھی کہ مؤذن اذان دے رہا تھا اور ایک قبر والا اس کا جواب دے رہا تھا۔

امام ابونعیم، حلیۃ الاولیاء میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی قسم! میں نے اور حمید طویل نے ثابت بنانی کو لحد

میں اتارا تھا، جب ہم کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ دعا کیا کرتے تھے،

اے اللہ! اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت عطا فرما، اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد فرما دے۔

امام ترمذی، امام حاکم اور امام بیہقی راوی ہیں، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

ایک صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا لیا، انہیں پتہ نہیں تھا کہ یہ قبر ہے انہوں نے کسی انسان کو قبر میں سورۂ ملک آخر تک پڑھتے ہوئے سنا، وہ صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (سورۂ ملک) عذاب کو روکنے والی اور نجات دینے والی ہے یہ اسے عذاب سے نجات دے گی۔

ابوالقاسم سعدی کتاب الافصاح میں فرماتے ہیں۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تصدیق ہے اس امر کی کہ صاحبِ قبر، قبر میں قرآن پاک پڑھتا ہے کیونکہ عبداللہ نے اس واقعہ کی اطلاع دی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔

ابن مندہ حضرت طلحہ سے انہوں نے حضرت عبیداللہ سے روایت کی،

میں "غابہ" میں اپنے مال کے پاس گیا تو مجھے رات نے آلیا، میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کی قبر کے پاس پناہ لی، میں نے قبر سے قراءت سنی جس سے بہتر میں نے نہیں سنی۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا ذکر کیا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ عبداللہ ہے تمہیں نہیں پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو قبض فرما کر زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا، پھر ان قندیلوں کو جنت کے وسط میں معلق فرمایا، جب رات ہوتی ہے تو انکی روحیں ان کی جانب لوٹا دی جاتی ہیں، وہ تمام رات یہیں رہتی ہیں حتیٰ کہ

جب فجر طلوع ہوتی ہے تو روحیں اپنے مقام کی جانب واپس کردی جاتی ہیں۔

امام ابونعیم، حلیۃ الاولیاء میں ابراہیم سے راوی ہیں کہ مہلبی فرماتے ہیں،

مجھے ان لوگوں نے بیان کیا جو سحری کے وقت مصر کے پاس سے گزرتے تھے جب ہم حضرت ثابت بنانی کی قبر کے پاس سے گزرتے تو قرآن پاک پڑھنے کی آواز سنتے تھے۔

ابن مندہ مسلم ابن شبیب سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ابوحماد گورکن سے سنا وہ معتمد علیہ اور نیک آدمی تھا اس نے کہا

میں جمعہ کے دن دوپہر کے وقت قبرستان میں گیا جب قبر کے پاس سے گزرا، اسی سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز سنی۔

ابن مندہ، عاصم سقطی سے راوی ہیں کہ

ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی تو ساتھ والی قبر میں سوراخ ہوگیا، میں نے دیکھا کہ ایک معمر شخص قبلہ رُخ بیٹھا ہوا ہے اس نے سبز تہ بند زیب تن کیا ہوا ہے۔ اور اسکے ارد گرد سبزہ زار ہے۔ اس کی آغوش میں قرآن پاک رکھا ہے جسے وُہ پڑھ رہا ہے۔

ابن مندہ [illegible] نیشاپوری گورکن دو وہ نیک اور متقی تھا سے راوی ہیں کہ میں نے ایک قبر کھودی تو اس کے پہلو میں دوسری قبر کھل گئی میں نے وہاں ایک خوبصورت بہترین لباس والے پاکیزہ بُو نوجوان کو پالتی مارے ہوئے بیٹھے دیکھا، اس کی آغوش میں انتہائی خوشخط قرآن پاک رکھا ہوا تھا جسے وہ پڑھ رہا تھا، اس جوان نے میری طرف دیکھ کر پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا اینٹ اس کی جگہ رکھ دو، چنانچہ میں نے اینٹ اس جگہ رکھ دی۔

سہیلی نے دلائل النبوۃ میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا کہ انہوں نے ایک جگہ قبر کھودی تو وہاں ایک دریچہ کھل گیا۔ وہاں ایک شخص تخت پر موجود تھا اس کے سامنے قرآن پاک تھا جسے وہ پڑھ رہا تھا، اس کے سامنے سرسبز باغ

تھا، یہ واقعہ احد میں پیش آیا معلوم ہوا کہ وہ شہداء میں سے ہے کیونکہ اس کے چہرے کی ایک جانب زخم تھا، اس روایت کو ابوحیان نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

امام یافعی، روض الریاحین میں بعض صالحین سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے ایک عابد کے لئے قبر کھودی اور اس کی لحد تیار کی میں لحد درست کر رہا تھا کہ ایک بوسیدہ لحد سے کچی اینٹ گر گئی میں نے دیکھا تو ایک بزرگ قبر میں بیٹھا ہوا ہے، اس کے سفید کپڑے سرسرا رہے تھے اس کی گود میں سونے کا قرآن پاک سنہرے حروف سے لکھا ہوا رکھا تھا اور وہ اسے پڑھ رہا تھا اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی میں نے کہا نہیں تو اس نے کہا اینٹ اسی جگہ رکھ دو، چنانچہ میں نے اسی جگہ رکھ دی۔

امام یافعی فرماتے ہیں ہمیں بعض ثقہ حضرات کے بارے میں بیان کیا گیا کہ انہوں نے ایک قبر کھودی تو انہیں ایک انسان دکھائی دیا جو تخت پر جلوہ گر قرآن پاک پڑھ رہا تھا اور اس کے نیچے نہر بہہ رہی تھی، یہ دیکھتے ہی ان پر بیہوشی طاری ہوگئی انہیں قبر سے تو نکال لیا گیا لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ انہیں کیا ہوا ہے، تیسرے دن انہیں کہیں ہوش آیا۔

سعید ابن منصور، حضرت اہبان بن صیفی غفاری، صحابی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت عدیسہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ہمارے والد نے ہمیں وصیت کی کہ ہم انہیں قمیص میں کفن دیں، دفن سے دوسری صبح ہم نے دیکھا کہ وہ قمیص ہمارے پاس تھی جس میں ہم نے انہیں دفن کیا تھا۔

ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات میں ایسی سند سے جس میں کچھ حرج نہیں، راشد بن سعد

کی مرسل روایت بیان کرتے ہیں۔

ایک شخص کی اہلیہ فوت ہو گئی، اس نے خواب میں کچھ عورتیں دیکھیں جن میں اس کی اہلیہ نہ تھی، اس نے ان سے اپنی اہلیہ کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: تم نے اس کے کفن میں کوتاہی کی وہ ہمارے ساتھ نکلتے ہوئے شرماتی ہے، وہ شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پرواز ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کوئی شخص قریب المرگ مل سکتا ہے؟ وہ شخص ایک انصاری کے پاس گیا جو قریب الوفات تھا اور اسے صورتحال بیان کی، انصاری نے کہا اگر کوئی مُردوں کو پہنچا سکتا ہے تو میں بھی پہنچا دوں گا، انصاری فوت ہوا تو وہ شخص زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے لایا اور انصاری کے کفن میں رکھ دیے رات ہوئی تو وہ عورتیں آئیں ان کے ساتھ اس شخص کی اہلیہ بھی تھی، اس نے وہی دو زرد رنگ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

حضرت شیخ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "طبقات الاخیار" میں حضرت شیخ احمد بدوی کے تعارف میں فرماتے ہیں۔

سیدی عبدالعزیز دیرینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب سیدی احمد بدوی کے متعلق پوچھا جاتا تو فرماتے: وہ سمندر ہیں جن کی گہرائی معلوم نہیں کی جا سکتی، فرنگیوں کے شہروں سے ان کا قیدیوں کو لانا، ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے لوگوں کو رہائی دلانا، ڈاکوؤں اور پناہ مانگنے والوں کے درمیان حائل ہونا ایسے واقعات ہیں جن کا احاطہ کئی دفتر بھی نہیں کر سکتے، میں کہتا ہوں، میں نے خود اپنی آنکھوں سے ۹۲۵ھ میں ایک قیدی حضرت سید عبدالعال کے منارہ پر قید میں دیکھا اس کے

گلے میں طوق تھا اور وہ مخبوط الحواس تھا میں نے اس بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا:

میں فرنگیوں کے شہروں میں قید تھا میں رات کے آخری حصے میں سیدی احمد کی طرف متوجہ ہوا تو ناگاہ وہ میرے سامنے تھے انہوں نے مجھے پکڑ[1] کر ہوا میں پرواز کی اور مجھے یہاں چھوڑ دیا۔ وہ دو دن اس حال میں رہا کر پرواز کی تیزی کے سبب اس کا سر چکراتا رہا۔ (انتہیٰ)

ان تمام امور سے کرامت بعد از وصال کا صریحی ثبوت ملتا ہے اور یہ امر فی نفسہ حق ہے اس میں وہی شک کرے گا جس کا ایمان ناقص ہو، بصیرت مٹ چکی ہو، فضل الٰہی کے دروازے سے مردود ہو، اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں سے تعصب رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ نے اسے اولیاء کرام کی مخالفت کے بھنور میں ڈال دیا ہو، اللہ تعالیٰ نے اسکی اہانت فرمائی ہو[1] اس پر غضب فرمایا ہو اور اسے شیطان کے سپرد کر دیا ہے۔ شیطان اس کے ساتھ کھیلتا ہے اور محبوبانِ خدا کا بغض اس کے دل میں ڈالتا ہے اور اسے بزرگانِ دین ان کی کرامات اور قبور کی توہین و بے ادبی پر اکساتا ہے حالانکہ جس نے علم کلام اور علم توحید پڑھا ہے وہ جانتا ہے کہ موت کے بعد ارواح کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے باوجودیکہ ارواح اپنے مقام پر ہوتی ہیں جس طرح سورج کی شعاعیں زمین تک پہنچتی ہیں، اس بنا پر مومنوں کی قبروں کا احترام واجب ہے۔

امام جلال الدین سیوطی اپنی تصنیف "بشری الکئیب بلقاء الحبیب" میں فرماتے ہیں کہ امام یافعی نے فرمایا:

اہل سنت کا مذہب ہے کہ فوت شدہ لوگوں کی روحیں بعض اوقات علیین یا سجین سے قبروں میں ان کے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں

---

[1] ولنعم ما قیل ~ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

خاص طور پر جمعہ کی رات، وہ مل بیٹھتے ہیں گفتگو کرتے ہیں، اہل نعمت نعمتیں پاتے ہیں اور اہل عذاب، عذاب جھیلتے ہیں، علیین اور سجین میں انعام یا عذاب صرف روحوں کو ملتا ہے جسموں کو نہیں، قبر میں دونوں شریک ہوتے ہیں (انتہٰی)

امام نسفی کی تالیف "بحر الکلام" سے پتہ چلتا ہے کہ موت کے بعد قبروں میں ارواح کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے، "عذاب القبر" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں

سوال :۔ گوشت کو کس طرح تکلیف دی جاتی ہے! حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی۔

جواب :۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جس طرح تیرے دانت کو تکلیف ہوتی ہے اگرچہ اس میں روح نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ اگرچہ دانت میں روح نہیں ہے لیکن گوشت سے متصل ہونے کے سبب اس میں تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح موت کے بعد چونکہ روح کا تعلق جسم سے ہے اس لئے جسم کو تکلیف ہوتی ہے (انتہٰی)

یہ اس بات کی تصریح ہے کہ مُردوں کی روحوں کا ان جسموں سے ایک تعلق ہے جو قبروں میں ہیں اگرچہ گل کر مٹی ہو جائیں، اسی لئے شریعت مبارکہ نے قبروں کے احترام کا حکم دیا ہے جیسے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اہل ایمان کے لئے اولیاء کرام کی قبروں کا احترام، ان کی تعظیم اور زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا کس طرح نامناسب ہوگا جبکہ وہ جانتے ہیں کہ ارواح کا ملاحظہ اُن طیب و طاہر جسموں سے متعلق ہیں اگرچہ وہ مٹی ہو چکے ہوں جیسے کہ احادیث نبویہ کا مقتضیٰ ہے۔

میری رائے میں وہ منکر جاہل ہے اپنی جہالت کی بنا پر سمجھتا ہے کہ ارواح وہ اعراض

ہیں جو موت سے زائل ہو جاتے ہیں، جس طرح حرکت اموات افعال و حرکات سے زائل ہو جاتے ہیں جیسے کہ بعض گمراہ فرقوں کا مذہب ہے، ان کا گمان ہے کہ اولیاء بعد از وصال مٹی ہو کر زمین کی مٹی سے مل جاتے ہیں[1] ان کی روحیں چلی جاتی ہیں لہٰذا ان کی قبروں کی کوئی عزت نہیں ہے، اسی لئے مزارات کی توہین و تحقیر کرتے ہیں، ان کی زیارت کرنے والوں اور ان سے برکت حاصل کرنے والوں پر انکار کرتے ہیں، حتیٰ کہ ایک دن میں نے اپنے کانوں سے سنا جب کہ میں شیخ ارسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات کی زیارت کرنے جا رہا تھا ایک شخص کہہ رہا تھا۔

"تم مٹی کی کیسے زیارت کرتے ہو؟ یہ تو بیوقوفی ہے" مجھے انتہائی تعجب ہوا، میں نے اپنے دل میں کہا: یہ کسی مسلمان کا قول نہیں ہو سکتا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر یا تو جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا، اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مردوں کی روحیں اپنی قبروں میں راحت و سکون حاصل کرتی ہیں یا مبتلائے عذاب ہیں اس طرح کہ ارواح کا ان بوسیدہ اجسام سے تعلق ہے جو دنیا سے نکلے تو ایمان اور طاعت کی بدولت پاکیزہ تھے یا کفر اور معصیت سے ملوث تھے، اسی وقت مومنوں کی قبریں لائق احترام، مستحق تعظیم و توقیر ہیں جس طرح وہ پہلے زندگی میں محترم اور مکرّم تھے فقہاء کی تصریح ہے کہ جو عالم دین

---

[1] حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی اولیاء کے بارے میں ایسا کہنے والوں کو "گمراہ فرقہ" قرار دے رہے ہیں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ایسے کلمات کہنے والوں کے متعلق علامہ کا کیا فتویٰ ہوگا! مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کر کے کہہ دیا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان)

کو حقیر جانے یا اس سے بغض رکھے اس پر کفر کا خوف ہے۔

تعظیم و توقیر کے اعتبار سے زندوں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ زندہ اور مردہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں کسی کو کسی شے میں تاثیر ایجادی نہیں ہے ہر حال میں مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہے زندہ اور مردے تاثیر نہ کرنے میں یقیناً برابر ہیں لیکن احترام سب کا لازم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ

اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے شعائر (نشان) وہ اشیاء ہیں جو اللہ تعالیٰ کا پتہ دیتی ہیں، مثلاً علماء اور صالحین زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں۔

بندگانِ خدا کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا۔ ان کے لئے لکڑی کے تابوت تیار کرنا بھی ان کی تعظیم میں داخل ہے تاکہ عوام الناس انہیں بے ادبی کی نگاہ سے نہ دیکھیں، یہ اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے جیسے فقہاء نے فرمایا کہ بڑا عمامہ اور کھلے کپڑے استعمال کرنا اگرچہ بدعت ہے سلف صالحین اس پر عمل پیرا نہ تھے، تاہم علماء کے لئے جائز ہے تاکہ عوام ان کا احترام کریں اور بے ادبی سے پیش نہ آئیں۔

جامع الفتاویٰ میں "قبر پر تعمیر" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں مکروہ نہیں ہے جب کہ میت مشائخ، علماء اور سادات سے ہو۔

مضمرات میں ہے۔ شیخ ابوبکر محمد بن فضل فرمایا کرتے تھے ہمارے علاقوں میں پختہ اینٹ استعمال کرنے میں حرج نہیں اور یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ لکڑی کا صندوق استعمال کرنا جائز ہے۔

امام تمرتاشی فرماتے ہیں۔ اختلاف اس وقت ہے جب میت کے گرد

ہو، اگر میت سے اُوپر ہو تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ درندوں سے بچاؤ کی صورت ہے جیسے پکی اینٹ سے قبر کی کوہان بنانا رائج ہے تاکہ کھودنے سے محفوظ رہے اور اسے اہل علم نے حسن قرار دیا ہے۔

تنویر الابصار میں ہے۔

قبر پر عمارت نہ بنائی جائے، بعض اہل علم نے فرمایا اس میں حرج نہیں ہے اور یہی مختار ہے، امام زیلعی شرح کنز میں فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ لکھنے اور پتھر رکھنے میں حرج نہیں تاکہ علامت رہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پہ پتھر رکھا۔ (انتہی)

فقہاء نے صالحین اور اولیاء کی قبروں پر پردے ڈالنا عمامے اور کپڑے رکھنا مکروہ قرار دیا ہے، فتاویٰ الحجہ میں ہے قبروں پر پردے معلق کرنا مکروہ ہے، لیکن ہم اس وقت کہتے ہیں کہ اگر اس سے عوام کی نظروں میں تعظیم مقصود ہو تاکہ اس قبر والے کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں جس پر کپڑے اور عمامے رکھے گئے ہیں اور یہ مقصد ہو کہ غفلت شعار زائرین کے دلوں میں ادب و احترام پیدا ہو کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اولیاء کرام کی روحیں ان کے مزارات کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہیں اور عوام کے دل ان قبروں میں مدفون اولیاء کرام کے ادب و احترام سے (ان کا مقام نہ جاننے کے سبب) خالی ہوتے ہیں تو یہ امر جائز ہے۔ اس سے روکنا مناسب نہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے اسی امر کا ثواب ہے جس کی وہ نیت کرے، یہ اگرچہ بدعت ہے سلف صالحین اس طریقہ پر نہ تھے لیکن یہ ایسے ہی ہے جیسے فقہاء کتاب الحجہ میں فرماتے ہیں کہ طوافِ وداع کے بعد الٹے پاؤں لوٹے یہاں تک کہ مسجد سے نکل جائے،

اس میں بیت اللہ شریف کی تعظیم و تکریم ہے منہج السالک میں ہے۔

یہ جو لوگوں کا معمول ہے کہ وداع کے بعد الٹے پاؤں لوٹتے ہیں اس سلسلے میں نہ تو کوئی سنت مروی نہ اثر صحابہ، حالانکہ ہمارے اصحاب کا یہی طریقہ ہے۔ (انتہیٰ)

یہ بیت اللہ شریف کی تعظیم ہے حالانکہ وہ پتھر ہے، اولیاء کرام بلا شبہ اس سے افضل ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مکلف ہیں بیت اللہ شریف مکلف نہیں اس لئے کہ اس کی عبادت بغیر تکلیف کے ہے اولیاء کرام اگرچہ وفات پا چکے ہوں اور میت جماد کی طرح ہے تاہم احترام سب کا لازم ہے۔

بیت اللہ شریف کو غلاف پہنانا جائز ہے یہاں تک کہ علماء فرماتے کعبۃ اللہ کو ریشم سے ڈھانپنا جائز ہے، صالحین اور اولیاء کی قبریں گو کعبہ نہیں ہیں اور نہ احکام میں کعبہ کی مانند ہیں لیکن محترم ضرور ہیں، کیونکہ بیت اللہ شریف اگرچہ پتھر ہے ہمیں (نماز میں) اس کی طرف متوجہ ہونے، اس کا طواف کرنے، اس کی تعظیم و احترام کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے بطور تکلیف ہمیں اس کا مکلف فرمایا ہے ورنہ تو وہ پتھروں کا مجموعہ ہے، اور جو شخص خود بیت اللہ شریف کو سجدہ کرے گا وہ بت پرست ہو گا اللہ تعالیٰ سے کفر کرے گا، اسی لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران طواف حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا تھا: میں جانتا ہوں کہ تو (بذاتہ) نفع اور نقصان نہیں دے سکتا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ علماء فرماتے ہیں اس کا سبب یہ تھا کہ انہیں جاہلیت کا وہ دور یاد آ گیا تھا جب بیت اللہ شریف کے گرد بت رکھے جاتے تھے اور انہیں سجدہ کیا جاتا تھا آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کوئی یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ حجر اسود کو بوسہ دینا ایک طرح سے جاہلیت کی مشابہت ہے تو انہوں نے وہ کچھ کہا جو ابھی گ

ہم نے خواص و عوام میں سے کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ مزارات اولیاء کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ وہ کعبہ ہیں ان کا طواف صحیح ہے یا ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے، حتیٰ کہ ہمیں ان پر کسی قسم کا خوف ہو، تمام عوام جانتے ہیں کہ قبلہ صرف کعبہ شریف ہے اور وہ مکہ مکرمہ میں ہے، بایں ہمہ وہ ان مزارات کا بہت ہی احترام کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس کے محبوبین اور برگزیدہ بندوں کے مزارات ہیں، عامۃ الناس کے احوال سے ہمیں اتنی مقدار کا ہی علم ہے اور مومن، مومنوں کے بارے میں بھلائی کے سوا کوئی گمان نہیں کر سکتا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ جامع صغیر میں یہ حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "حسن ظن، حسن عبادت سے ہے" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا (الآیۃ)

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک کچھ گمان گناہ ہیں اور دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔"

عامۃ المسلمین کے متعلق کمال حسن ظن لازم ہے۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ساتھ معاملہ فرماتے تھے حالانکہ آپ اللہ کی اطلاع سے جانتے کہ ان میں سے بعض منافق ہیں جو ایمان ظاہر کرتے ہیں اور کفر و انکار چھپاتے ہیں، اس کے باوجود آپ تمام کے ساتھ مومنوں والا معاملہ فرماتے تھے کیونکہ آپ ظاہر پر حکم کرنے کے لئے آئے تھے، مخفی امور اللہ تعالیٰ کے سپرد تھے، جس طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیں، جب وہ کلمۂ اسلام پڑھ لیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیں گے مگر وہ جن کا تعلق ان کے دماء اور اموال کے حق سے ہے (قصاص اور زکوٰۃ وغیرہ) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔"

مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ ہر اس نو پیدا امر پر انکار کرے جو صدرِ اوّل میں نہیں تھا جب تک اس کی قباحت پر مطلع نہ ہو جائے یا جب تک معلوم نہ ہو کہ اس کا کرنے والا ایسے طریقہ پر کر رہا ہے جو دینِ محمدی کے مقصود کے خلاف ہے، کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ہو گا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہو گا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان امور کو سُنت فرمایا ہے۔ جنہیں اُمت آپ کے بعد ایجاد کرے گی بشرطیکہ مقصودِ شریعت کے خلاف نہ ہوں، حالانکہ ان کا وجود آپ کے زمانہ میں نہ تھا، بنابریں بدعتِ حسنہ جو مقصودِ شریعت کے موافق ہو تو وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سُنت کہلائے گی۔

اسی نوع سے زیارۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بحث میں فقہاء کا یہ قول ہے یہ جو بعض لوگوں کا دستور ہے کہ مدینہ طیبہ کے قریب اُتر کر پیدل مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے ہیں حُسن ہے اور ہر وہ فعل جو ادب اور تعظیم میں زیادہ دخل رکھتا ہے حُسن ہے جیسے میرے والد ماجد نے شرح درر کی کتاب الحج کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔

اسی پر قیاس کیا جائیگا اولیاء اور صالحین کی قبروں کے پاس شمع اور قندیلیں روشن کرنا[1]

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ "برِیقُ المنار بشموع المزار" تحریر فرمایا ہے۔ جس میں اس مسئلہ کو پورے شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ ۱۲ شرف قادری

یہ بھی اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم میں داخل ہے، اس میں مقصد بہر حال بہتر ہے خاص طور پر اس وقت جب اس ولی کے فقراء خدمت گار ہوں انہیں قرآن پاک پڑھنے تسبیح اور تہجد کے لیے چراغ جلانے کی ضرورت ہوگی، اگرچہ فقہاء نے قبروں کے پاس نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب قبر سے دُور تیار شدہ مقام کے علاوہ پڑھی جائے (مثلاً قبر کے سامنے کھڑے ہو کر) والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح درر کے حاشیہ میں فرمایا:

> قبرستان میں نماز یہود کی مشابہت کی بناء پر مکروہ ہے اور اگر قبرستان میں ایسی جگہ نماز کے لئے تیار کی گئی ہے جہاں قبر نہیں ہے اور نہ نجاست ہے تو کچھ حرج نہیں جیسے فتاویٰ خانیہ میں ہے، الحاوی میں ہے کہ اگر قبریں نمازی کے پیچھے ہیں تو مکروہ نہیں، اور اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرے تو مکروہ نہ ہو تو بھی نماز مکروہ نہ ہوگی (انتہیٰ)

قبروں پر دونوں ہاتھ رکھنا اور اولیاء کرام کی ارواح کے مواضع سے برکت طلب کرنا اس میں بھی حرج نہیں ہے، جامع الفتاویٰ میں ہے۔

> قبروں پر ہاتھ رکھنا نہ سنت ہے نہ مستحب، لیکن ہم اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے (انتہیٰ)

اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اگر مقصد خیر ہے تو یہ فعل بھی خیر ہوگا۔ دلوں کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔

اولیاء کرام کے لئے بطور محبت و تعظیم، زیتون کے تیل یا شمع کی نذر ماننا فی الجملہ جائز ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ ذمی زیتون کا تیل بیت المقدس کے چراغ میں جلانے کے لئے وقف کرتا ہے تو صحیح ہے کیونکہ یہ ہمارے اور ان کے نزدیک

عبادت ہے امام خصاف کی کتاب الاوقاف میں وقف ذمی کی بحث میں ہے کہ:

اگر ذمی کہے کہ میری زمین وقف ہے جس کی پیداوار بیت المقدس کے چراغ کے تیل کے لئے صرف ہوگی، یہ جائز ہے کیونکہ یہ ہمارے اور ان کے نزدیک اتفاقاً عبادت ہے (انتہیٰ)

بیت المقدس ایک مقدس مسجد ہے اس میں چراغ جلانا اس کی تعظیم ہے اسی طرح صالحین اور اولیاء مقربین کے مزارات مقدس ہیں؎

اسی طرح درہم و دینار (روپے پیسے) اولیاء کرام کی نذر کرنا فی نفسہ جائز ہے تاکہ ان کے مزارات کے پاس رہنے والے فقراء پر صرف کئے جائیں کیونکہ نذر سے مجازاً عطیہ مراد ہے جس طرح فقہاء فرماتے ہیں: فقراء کے لئے ہبہ، صدقہ ہے دینے والا اسے واپس نہیں لے سکتا، اغنیاء کو صدقہ دیا جائے تو وہ ہبہ ہوگا دینے والا واپس لے سکتا ہے۔ دراصل اعتبار مقاصدِ شرع کا ہے الفاظ کا نہیں، نذر اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، جب اسے اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کے لئے استعمال کیا جائے مثلاً ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے اگر اللہ تعالےٰ نے میرے مریض کو شفا دیدی تو تیرے لئے مجھ پر دس درہم ہیں پھر کہتا ہے میں نے فلاں کے لئے اتنے کی نذر مانی ہے تو یہ اس شخص کے لئے وعدہ ہوگا، اگر وہ آدمی مالدار ہے تو نذر سے مجازاً ہبہ مراد ہوگا اور اگر فقیر ہے تو صدقہ مراد ہوگا، کبھی انسان کسی ذمی کافر کے لئے کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفا عطا فرمادی تو تیرے لئے مجھ پر سو درہم ہیں مثلاً، تو یہ کہنے سے گنہگار نہ ہوگا اور یہ صدقہ ہوگا کیونکہ زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ اہل ذمہ فقیروں پر صرف کرنا جائز ہے۔

؎ بعض مزارات پر بجلی کا معقول انتظام ہوتا ہے اس کے باوجود بے تحاشا موم بتیاں جلائی جاتی ہیں یہ سراسر اسراف ہے، منع کرنا [illegible] ۱۲ شرف قادری

جس طرح فقہاء نے اپنی تصانیف میں بیان کیا، اگر کوئی شخص ولی کی وفات کے بعد کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفا دی تو آپ کے لئے میرے ذمہ سو درہم ہے تو اسے کوئی عقلمند حرام نہیں کہہ سکتا، حالانکہ اولیاء کرام اگرچہ وصال فرما چکے ہیں، اس سلسلے میں دوسروں سے اولیٰ ہیں، کیونکہ کہنے والا جانتا ہے کہ یہ رقم اس ولی کے خدام اور پاس رہنے والے فقراء کی ضروریات پر صرف کی جائے گی، لہٰذا اس قائل کا یہ کہنا لینے والوں کے لئے وعدہ، عطیہ اور اباحت قرار دیا جائیگا کیونکہ مومن کا قول حتی الامکان صحیح صورت پر محمول کیا جائے گا۔

بعض لوگوں کا بغیر کسی دلیل قطعی کے ان امور کو حرام قرار دینا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حیا اور اس کا خوف نہیں ہے، کیونکہ ممانعت میں حرام کی وہی حیثیت ہے جو امر میں فرض کی حیثیت ہے، ہر ایک کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے، قرآن پاک کی آیت ہو سنت متواترہ ہو، معتبر اجماع ہو یا مجتہد کا قیاس ہو کیونکہ ایسے مقلدین کا قیاس معتبر نہیں ہے جن میں اصول فقہ کی کتابوں میں بیان کردہ شرائط اجتہاد موجود نہ ہوں۔

بعض فریب خوردہ لوگوں کا یہ کہنا کہ عوام جب کسی ولی کے معتقد ہوں گے، اس کے مزار کی تعظیم کریں گے اور اس سے برکت و امداد طلب کریں گے تو ہمیں خوف ہے کہ وہ یہ اعتقاد کر لیں گے کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایجاد و تخلیق میں دخل ہے اس طرح وہ کفر اور شرک میں واقع ہو جائیں گے اس لئے ہم انہیں ایسی باتوں سے روکتے ہیں، اولیاء کے مزارات منہدم کرتے ہیں اُن پر بنائی ہوئی عمارتیں گراتے ہیں، ان کے پردے اتارتے ہیں اور کھلم کھلا اولیاء کی توہین کرتے ہیں تاکہ عوام جاہل جان لیں کہ اگر اولیاء اللہ تعالیٰ کے علاوہ وجود میں مؤثر ہوتے تو ہم جو ان کی توہین کرتے ہیں اس کا دفاع کر سکتے۔" تمہیں پتہ ہونا چاہیئے کہ یہ فعل صریح کفر ہے، قرآن مجید میں فرعون

کے نقل کردہ قول کے مماثل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْ أَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ أَوْ أَنْ يُّظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ (الآیۃ)

فرعون نے کہا: مجھے موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کرنے دو، انہیں چاہیے کہ اپنے رب کو بلائیں، مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارے دین کو تبدیل نہ کردیں یا زمین میں فساد پیدا نہ کردیں۔

اسی طرح یہ مبتلائے فریب جنہیں ابھی تک کامل یقین نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ، اولیاء کرام کو محبوب رکھتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کے ہاتھوں پر تمام وہ امور پیدا فرماتا ہے جو مقدر ہو چکے ہیں کہ اولیاء کرام ان کا ارادہ کریں گے بشرطیکہ مخالف شریعت نہ ہوں، اور ان کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام وہ غیر معمولی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کا ارادہ ان کی ارواح کرتی ہیں، گویا ان لوگوں کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ ایمان حق ہے اور اللہ کے نزدیک نجات دینے والا ہے۔

ان لوگوں کے دل شکوک و شبہات، اوہام و تحیرات اور گمراہی سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے حتیٰ کہ حق و باطل کے درمیان فرق نہیں کر سکتے، جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

اگر ان لوگوں کو عامۃ المسلمین پر کفر و شرک میں واقع ہونے کا واقعی خوف ہوتا تو انہیں عقائد و توحید کے احکام سکھاتے، اور نزاع و جدال کے بغیر انہیں قطعی دلائل و براہین سکھاتے، اور انہیں عقائد کے سمجھنے اور فضائل میں غور و فکر پر آمادہ کرتے اور اس سلسلے میں ان پر پوری سختی کرتے، کیونکہ عوام الناس کے دلوں میں جب یہ بات بیٹھ جائے گی کہ فاعل (حقیقی) صرف ایک ذات ہے اس کے علاوہ کوئی مؤثر حقیقی

نہیں تو ان کا خیال بھی اس طرف نہیں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی مؤثر ہے اور وہ یقین رکھیں گے کہ تمام مخلوق اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے فتنے اور حیرتیں، ایسے اسباب ہیں جن کے ذریعے اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈالتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ

یعنی اللہ تعالیٰ تمام محسوسات اور معقولات کو محیط ہے، مقصد یہ ہے کہ کوئی شے اس کے مشابہ نہیں اور وہ کسی کے مشابہ نہیں ہے۔

بالفرض اگر عوام الناس کی وہی مراد ہے جو ذکر کی گئی ہے تو محض عوام کی گمراہی کے ڈر کی بنا پر اولیاء و مقربین کے قبّوں کو شہید کرنا، عوام کی نگاہوں میں ان کے مزارات کی توہین اور ان کے احترام کے پیش نظر لگائے گئے پردوں کو پھاڑنے سے اولیاء کے حق میں اللہ کی حرمتوں کی توہین کس طرح جائز ہوگی؟ (یہ بھی سوچنا چاہیے کہ) عوام کے حق میں بدگمانی کا کیا جواز ہوگا حالانکہ نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح کرتے تھے اور نہ صحابہ کرام، کیونکہ مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی حرام ہے جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

کسی معین بزرگ کی عقیدت، ان کی طرف نسبت اور ان کے مخصوص طریقے پر چلنا اہم مقصد ہے کیونکہ جس طرح ظاہری اعمال میں مقلد اگر مجتہد نہیں ہے تو اسے کسی مخصوص مذہب پر چلنے کی ضرورت ہے مثلاً حنفی امام اعظم ابو حنیفہ کی تقلید کرتا ہے اور شافعی امام شافعی کی تقلید کرتا ہے وغیر ذالک اسی طرح ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے راستے پر چلنے کے لئے خاص شیخ (بزرگ) کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس شیخ کی محبت و عقیدت کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے برکت اور امداد اس شخص کو حاصل ہو جس طرح شیخ کی حیات ظاہری میں ان کے خادم، معتقد اور ان سے مدد مانگنے والے کو برکت

پہنچتی ہے اسی طرح جب شیخ وصال کے بعد قبر میں آرام فرما ہو ، برکت پہنچتی ہے کیونکہ درحقیقت مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے ، شیخ زندہ ہوں یا وصال فرما چکے ہوں ، ان سے استمداد میں کوئی فرق نہیں ہے ، جبکہ یہ جان لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تاثیر میں شریک نہیں ہیں ۔ کیونکہ مرید صادق جب صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شیخ حیات ہوں یا وصال فرما چکے ہوں کے واسطے سے کہ وہ ایک سبب ہیں مدد طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے یقیناً ناکام نہیں فرماتا کیونکہ مرشد کامل زندہ ہوں تو ان کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی تاثیر سے مرید کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں ، پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے البتہ مرشد سبب ہے ، جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو امت کے سب سے بڑے مرشد ہیں فرمایا :

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

بے شک اے حبیب ! آپ بذات خود جسے پسند کریں منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہ راست کی ہدایت فرماتا ہے ۔

اور یہ بھی فرمایا :-

لیس لک من الامر شیء ۔ اے حبیب ! آپ کو تخلیق کا کچھ اختیار نہیں ، (یعنی مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہے اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے بڑے سبب ہیں)

ہمارے مقتدا ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں وہ راہبر جن سے میں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نفع حاصل کیا ان میں سے ایک وہ پرنالہ تھا جو میں نے " فاس " شہر میں ایک دیوار میں دیکھا تھا جس سے چھت کا پانی نیچے گرتا تھا ، میں نے اس سے بھی راہنمائی حاصل کی (یعنی تمام مخلوق وسائل اور اسباب کی حیثیت رکھتی ہے تمام نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) ان کے راہنماؤں میں سے ان کا سایہ بھی جو ان کی ذات سے

طلوع ہو کر دور تک پھیل جاتا تھا (یعنی سائے کی اپنی کوئی حیثیت نہیں وہ تو صرف صاحب سایہ کا عکس ہے)

ایسی ہی اور مثالیں انہوں نے اپنی کتاب روح القدس میں بیان کی ہیں کیا یہ حضرات اولیاء کرام پرنالے اور سائے سے اعلیٰ نہیں ہیں جن سے شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طلب صادق کی بناء پر مدد طلب کرتے تھے ، کوئی ذی ہوش یہ جانتے ہوئے کہ اولیاء کرام کی روحیں قبروں میں ان کے اجسام سے متعلق ہیں جیسے اس سے قبل بیان ہو چکا ، اولیاء کرام سے مدد کے طلب گار ہونے کا انکار نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان ان اموات سے استمداد کو کیسے بعید جان سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے یقینی غفلت والے زندوں سے افضل ہیں ، اس کے باوجود تو دیکھے گا کہ جب اس منکر کو کسی ظالم ، فاسق یا کافر سے کوئی کام پڑ جائے تو بڑی عاجزی ، انکساری اور خوشامد کے ساتھ اس کے پاس جائیگا اور کہے گا میرا فلاں کام کر دیجئے اور اس سے مدد مانگے گا (یا پولیس المدد) پھر کہے گا کہ فلاں نے میرا کام کر دیا ، مجھے نفع پہنچایا[1] ہے ۔ بلکہ بھوکا ہو تو خوراک سے سیری کی امداد ، پیاسا ہو تو پانی سے سیرابی کی امداد ، ننگا ہو تو کپڑے سے ستر پوشی کی امداد وغیر ذالک طبعی امدادیں طلب کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خوراک ، پانی اور کپڑا بے جان چیزیں ہیں اور اگر اس استمداد کی تصریح کر دے کہ میں خوراک سے سیری طلب کرتا ہوں وغیر ذالک مجازی معنیٰ مراد لے اور عقیدہ یہ ہو کہ حقیقتاً مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو کوئی خطا نہیں ، گناہ نہیں ، عار نہیں ،

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں ۔ مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

اسی طرح یہ غافل کہتا ہے کہ فلاں دوا جلاب آور ہے، فلاں شے قابض ہے، فلاں معجون فلاں مرض سے فائدہ دیتی ہے، یہ بات کہتے ہوئے اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہاں اگر تاثیر اور استمداد کی نسبت اولیاء کرام کی طرف کر دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر دوا اور ہر معجون سے افضل ہیں تو اسے تنقید بھی یاد آجاتی ہے اور پرہیز بھی۔ اب سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا نورِ بصیرت بجھ چکا ہے اور حق و صواب دیکھنے والی بینائی ختم ہو چکی ہے۔

مرید کو رشد و ہدایت اور امداد حاصل کرنے کے لئے زندہ یا وصال فرمودہ شیخ کا دامن پکڑنے پر، العہود المحمدیہ میں شیخ عبدالوہاب شعراوی کی یہ نقل شوق دلاتی ہے۔ کہ حضرت معروف کرخی اپنے احباب کو فرمایا کرتے تھے کہ اگر بارگاہِ الٰہی میں تمہاری کوئی حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ کو میری قسم دو، اس کی ذات کی قسم نہ دو، اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتے لہٰذا وہ ان کی درخواست قبول نہیں فرماتا، اگر اسے پہچانتے تو ان کی دعا قبول فرماتا، اسی طرح سیدی محمد حنفی شاذلی سے منقول ہے، وہ ایک جماعت کے ہمراہ مصر سے روضہ کی طرف پانی پر چلتے ہوئے جا رہے تھے، اور انہیں فرماتے تھے "یا حنفی" کہتے ہوئے میرے پیچھے چلتے رہو اور دیکھو! "یا اللہ" نہ کہنا ڈوب جاؤ گے! ان میں سے ایک شخص نہ مانا اور "یا اللہ" کہا اس کا پاؤں پھسلا اور وہ حلق تک پانی میں چلا گیا، شیخ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: بیٹے! تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے حتیٰ کہ اس کا نام لے کر پانی پر چل سکے، ٹھہر! تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا کرتا ہوں یہ کہا اور تمام حجابات اٹھا دیئے (انتہیٰ)

حاصل کلام یہ ہے کہ ہو سکے تو زندہ شیخ ورنہ وصال فرمودہ بزرگ کا دامن پکڑنا بہتر ہے، حقیقت یہ ہے کہ سب اموات ہیں جیسے ہم اس سے پہلے ارشادِ ربانی "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" کا مطلب بیان کر چکے ہیں، سمجھنے کی کوشش کرو انشاء اللہ تعالیٰ

راہ پاؤ گے معترض نہ بنو ہلاک ہو جاؤ گے، اس لئے کہ جب اولیاء کرام کی بے ادبی کی جائے تو اللہ تعالیٰ سخت غیرت فرماتا ہے[۱]۔ قسم اس ذات اقدس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ فیصلہ کن بات ہے ہزل نہیں ہے، بے شک وہ مکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرماتا ہے، کافروں کو تھوڑی سی ڈھیل دو، انہیں کچھ مہلت دو۔

ہاں یہ ڈھول اور شہنائیاں یہ علم اور جھنڈے آج کے فقراء جس کے پابند ہیں اور یہ اوقات جو اس زمانے کے مشائخ نے اختراع کئے ہیں بے شک جہالت، ظاہر اور جھوٹ ہیں۔ راہنما شیخ کو لائق نہیں کہ انہیں اپنائے یا ان کی تائید کرے، اس میں ماسوا اللہ تعالیٰ کے فریب میں مبتلا ہونے اور علم تاریخ کی طلب اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث و سنن میں اجتہاد سے اعراض والا فساد ہے، اگرچہ عرفاء کاملین سے یہ امور سرزد ہوں تو ہم اس پر انکار نہیں کرتے (کہ خطائے بزرگاں گرفتن خطا است) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اے حبیب! تم فرما دو کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں! صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔"

صحیح عقیدہ اور عبادات و معاملات میں سے واجب کو جان لینے کے بعد اکٹھے ہو نا اور ادب و احترام کے ساتھ بغیر کسی غلطی کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ مستحب ہے[۲] جس نے اپنے تعصب اور جہل کی بنا پر اسے رد کیا ہے وہ لائق توجہ نہیں

---

[۱] حدیث قدسی میں ہے: من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب "جو میرے ولی سے دشمنی رکھے میری طرف سے اسے اعلان جنگ ہے" ۱۲

[۲] متوسط بلند آواز سے ذکر کرنا جائز اور مستحب ہے، تفصیل کے لئے "ذکر بالجہر" ہر دو حصص از مولانا علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ لاہور ملاحظہ فرمائیں۔

ہے۔ حضرت شیخ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الشرح الکبیر علی الجامع الصغیر" میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا کہ انہوں نے حدیث شریف "اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ" (اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں یہ پاگل ہے) اور ایسی ہی دوسری حدیثوں سے اپنے فتاوی حدیثیہ میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ صوفیائے کرام جو مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں قائم کرتے ہیں، بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں اور کلمہ طیبہ اونچی آواز سے پڑھتے ہیں اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ امام مناوی نے فرمایا: "متعدد حدیثیں بلند آواز سے ذکر کرنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں اور کئی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر آہستہ کرنا چاہیئے، ان میں تطبیق یہ ہے کہ یہ مختلف حالات اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہے (بعض اشخاص کے لئے بعض حالات میں جہر بہتر ہے اور بعض کے لئے آہستہ بہتر ہے)، جس طرح امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔ جن میں سے بعض سے بلند آواز سے قرأت کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور بعض سے آہستہ پڑھنے کا" (انتہی کلامہ)

البتہ خاص طور پر یہ چیخنا، چلانا، گلا پھاڑنا، گانے والوں کی آوازیں سن کر اور بلند آواز سے ذکر کرنے والوں کی آوازوں کی شدت سے وجد میں آنا اور ہاتھ پاؤں مارنا اس سلسلے میں ہم بغیر کسی قید کے کچھ نہیں کہتے بلکہ ہم تفصیل کریں گے کہ اگر یہ حق ہے کہ اس وقت اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہونے والے معانی نے اسے مجبور کر دیا۔ اور وہ حالت وجد میں بے ساختہ اٹھ کھڑا ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ یہ اس شخص کے لئے کمال نہیں ہے، کمال پُر سکون رہنا ہے جیسے ارسلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم توحید کے موضوع پر لکھے ہوئے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ

جب تو اُسے پہچان لے گا تو پُرسکون ہوگا جب نہیں پہچانے

گا۔ تو مضطرب کرے گا۔[1]

اور اگر محض خواہش نفسانیہ نے اسے کھڑا ہونے، وجد کرنے اور عمداً حرکت کرنے پر ابھارا ہے۔ اس کی محبت کو ابھارا ہے اُسے خوشی اور طرب میں مبتلا کیا ہے اور چیخنے اور ناچنے پر برانگیختہ کیا ہے تو وہ سرکش شیطان ہے اسے منع کرنا، دور کرنا اور جماعت میں سے نکال دینا ضروری ہے تاکہ باقی ذکر کرنے والوں کو نہ بگاڑے ان کے دلوں کو پراگندہ اور ان کے خشوع واحترام کو ختم نہ کر دے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ سچے اور جھوٹے مرید میں فرق کس طرح معلوم ہوگا؟ تو ہم کہیں گے کہ جو شخص شراب پیتا ہے تو ضرور یا تو وہ قے کرے گا یا (کم از کم) اس کے منہ سے اس کی بو محسوس کی جائے گی، تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہم اس سے پوچھیں گے کہ تمہیں چیخنے چلانے اور ناچنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے؟ اگر وہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہونے والے کسی معنی نے اس پر ابھارا ہے اور سماع کے دوران دل پر وارد ہونے والے معانی کی کسی قدر تفصیل بیان کرتا ہے حتیٰ کہ ہم پھل سے شاخوں پر اور پھول سے باغ پر استدلال کر سکیں تو ہم اس کی بات مان لیں گے اور اس کے بارے میں نیکی کا گمان رکھیں گے اور اگر ہمارے سوال کے جواب میں محض جوش کا اظہار کرتا ہے اور صرف اتنا کہتا ہے کہ میں اپنے رب کی محبت میں حیرت زدہ ہو گیا تھا اور حقائق وجود کے ذکر نے مجھے اکسایا تھا اور وہ ہر تفصیلت سے خالی ہے تو وہ سرکش شیطان ہے اسے نکال باہر کرنا اور تادیبی کارروائی کرنا لازم ہے۔

---

[1] حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند   کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(۵) حضرت شیخ شرف الدین ابن فارض، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، حضرت عفیف الدین تلمسانی اور شیخ عبد الہادی السودی وغیرہم صوفیاء عارفین کے اشعار کا پڑھنا تو یہ دل کو بارگاہ آلہی کی طرف راغب کرتے ہیں، ہر وہ شخص جو حقائق کو سمجھتا ہے اس کے لئے ان کا سننا اور پڑھنا جائز ہے، اور جسے یہ اشعار ہو ہی مشغول کر دیں، نفسانی مسرت میں واقع کر دیں اور ان سے واردات قلبیہ کا فائدہ نہ ہو تو اس کے لئے ان کا سننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس وقت اس کا سننا محض لہو اور فریب ہے جس طرح شاعر نے کہا ہے۔ ؎

اگر تو نے زندہ کو پکارا ہے تو تو نے اسے ضرور سنایا ہے

لیکن جسے تو پکار رہا ہے وہ تو زندہ ہی نہیں ہے

ہم پر لازم ہے کہ ہم کائنات کے کسی فرد کے بارے میں بدگمانی نہ کریں، سوائے اُس شخص کے جو اپنے کفر کا برملا اظہار کرتا ہے یا بے باکانہ فسق کا مرتکب ہے، جب وہ ہمیں اپنے متعلق خود بتا دے یا ہمیں اس کے کلام کی بے ہودگی سے پتہ چل جائے اور ہمیں آشکارا ہو جائے کہ وہ سمجھتا نہیں ہے اور اپنے رب پر یقین نہیں رکھتا، ورنہ، ہمارے نزدیک سب کمال پر محمول ہیں، اس قدر بیان ہم پر واجب تھا، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے آپ سے خیانت نہ کرے اور اپنے نفس کو مغالطہ نہ دے، اگر اپنے نفس میں معرفت کی قوت پاتا ہے اور سماع، وجد اور اشعار خوانی کی مجلسوں میں حاضری سے فائدہ محسوس کرتا ہے تو حاضر ہو ورنہ علوم نافعہ (علوم دینیہ) کی طلب میں مشغول ہونا بہتر ہے، جیسے شاعر نے کہا ہے۔

جب تو کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چھوڑ دے

اور ایسا امر اختیار کر جس کی تو طاقت رکھتا ہے۔

طریقت میں منافقت سے پوری طرح گریز لازم ہے، کیونکہ کھرے کھوٹے میں فرق کرنے والا ہی صاحب بصیرت ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

لیکن یہ مخصوص لباس جسے صوفیاء کے ہر گروہ نے اپنا رکھا ہے مثلاً[۱] بوسیدہ کپڑے، اور اون کی چادریں اور "میلویات" (مخصوص لباس) یہ ایسا امر ہے جس کے ذریعے وہ اپنے گزشتہ بزرگوں سے تبرک حاصل کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا انہیں نہ تو اس سے منع کیا جائیگا اور نہ حکم دیا جائیگا، کیونکہ اس زمانے کے اکثر لباس ایسے ہی ہیں مثلاً وہ عمامے جو فقہاء اور محدثین نے اپنا رکھے ہیں اور وہ عمامے جو فوجی اور لشکری پہنتے ہیں اور وہ لباس جنہیں عوام و خواص استعمال کرتے ہیں یہ سب مباح ہیں، ان میں سے بہت کم سنت کے مطابق ہیں ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ یہ بدعت ہیں کیونکہ بدعت، دین میں وہ فعل ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے کے خلاف ہو، یہ مختلف انداز، لباس اور عمامے عادت میں نئے ہیں دین میں نئے نہیں ہیں اور یہ سنت کے مخالف بھی نہیں ہیں، کیونکہ فقہاء کی تعریف کے مطابق سنت ہر وہ عمل ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور عبادت کیا ہو نہ بطریق عادت، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ اور دوسرے مخصوص کپڑے عادۃً زیب تن فرماتے تھے نہ کہ بطریق عبادت، کپڑے پہننے سے مقصود ستر پوشی اور سردی گرمی کی اذیت کو دور کرنا ہے اس لئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اون اور روئی وغیرہ کے عام اور بہترین کپڑے پہننا ثابت ہے لہٰذا لباس کی مخالفت سنت کی مخالفت نہیں ہے۔ اگرچہ ہر چیز میں اتباع نبوی افضل اور مستحب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آمین

---

[۱] عورتوں کے لئے تنگ لباس اور مردوں کے لئے چست پتلون پہننا ناجائز ہے جس سے ایک ایک عضو کا صحیح حجم ظاہر ہو کیونکہ جس عضو کی طرف پردے کے بغیر دیکھنا منع ہے اس کی طرف ایسے پردے کے ہوتے ہوئے دیکھنا بھی ممنوع ہے جس سے اعضاء کا صحیح حجم نمایاں ہو ملاحظہ ہو در مختار ورد المحتار وغیرہ کتب فقیہہ ۱۲ اشرف قادری

احسان الٰہی ظہیر کی کتاب

البریلویہ

کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (عربی زبان میں)

اہلسنت کے عقائد پر قرآن و سنت اور اکابرین امت کی آراء سے استشہاد
بین الاقوامی سکالر اور محقق علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی، مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری
جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی
ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس کے مقالات اور تقریظات سے مزین۔
انتہائی سنجیدہ و متین لہجہ، محققانہ اسلوب، ادیبانہ آہنگ
عربی زبان میں لکھی گئی ایک اہم تصنیف،
جس کا ہر صاحب علم
منتظر تھا۔

ظرِ عام پر آگئی ہے۔

ضخامت: ۳۸۸ صفحات

قریبی بک سٹال سے
دیں یا براہ راست
سے طلب فرمائیں

مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ (گنج بخش) لاہور

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

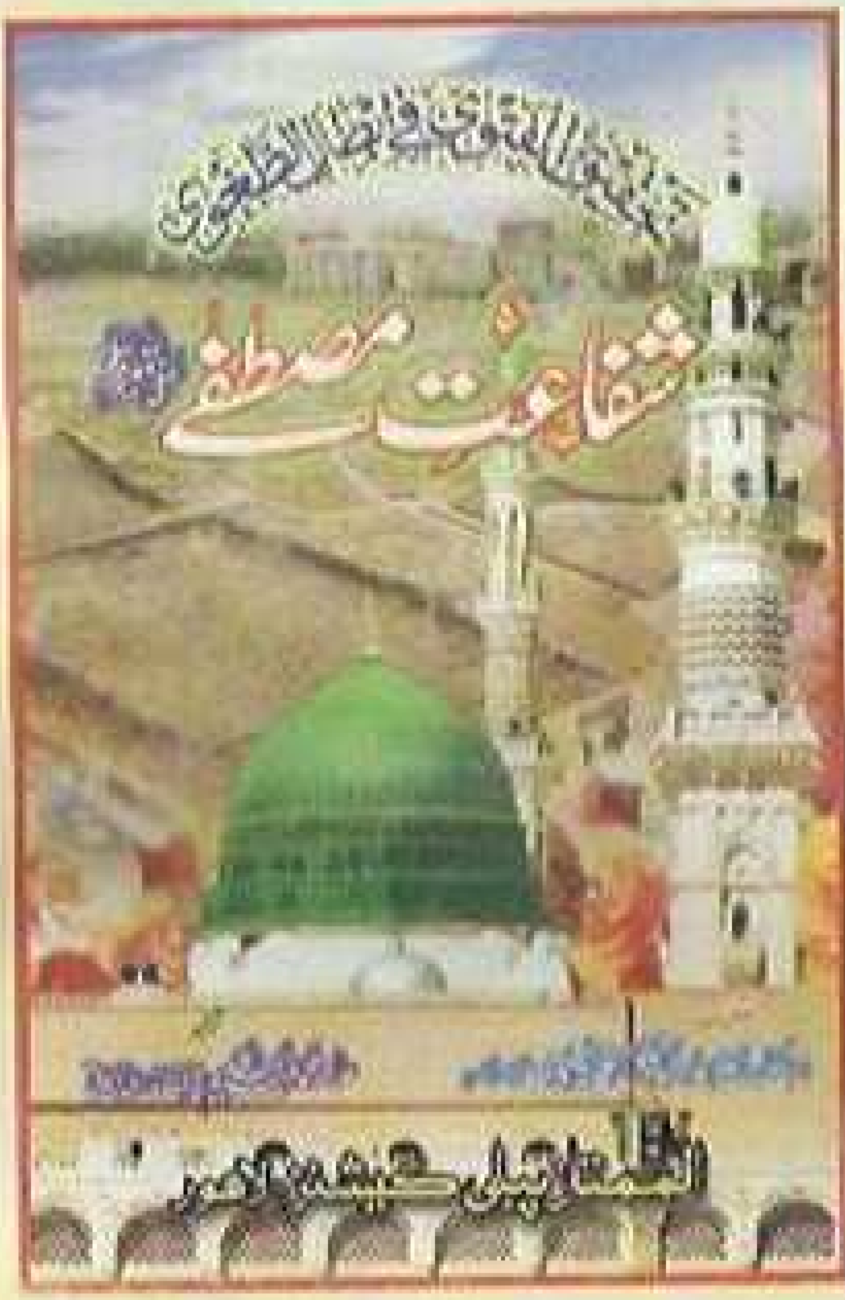

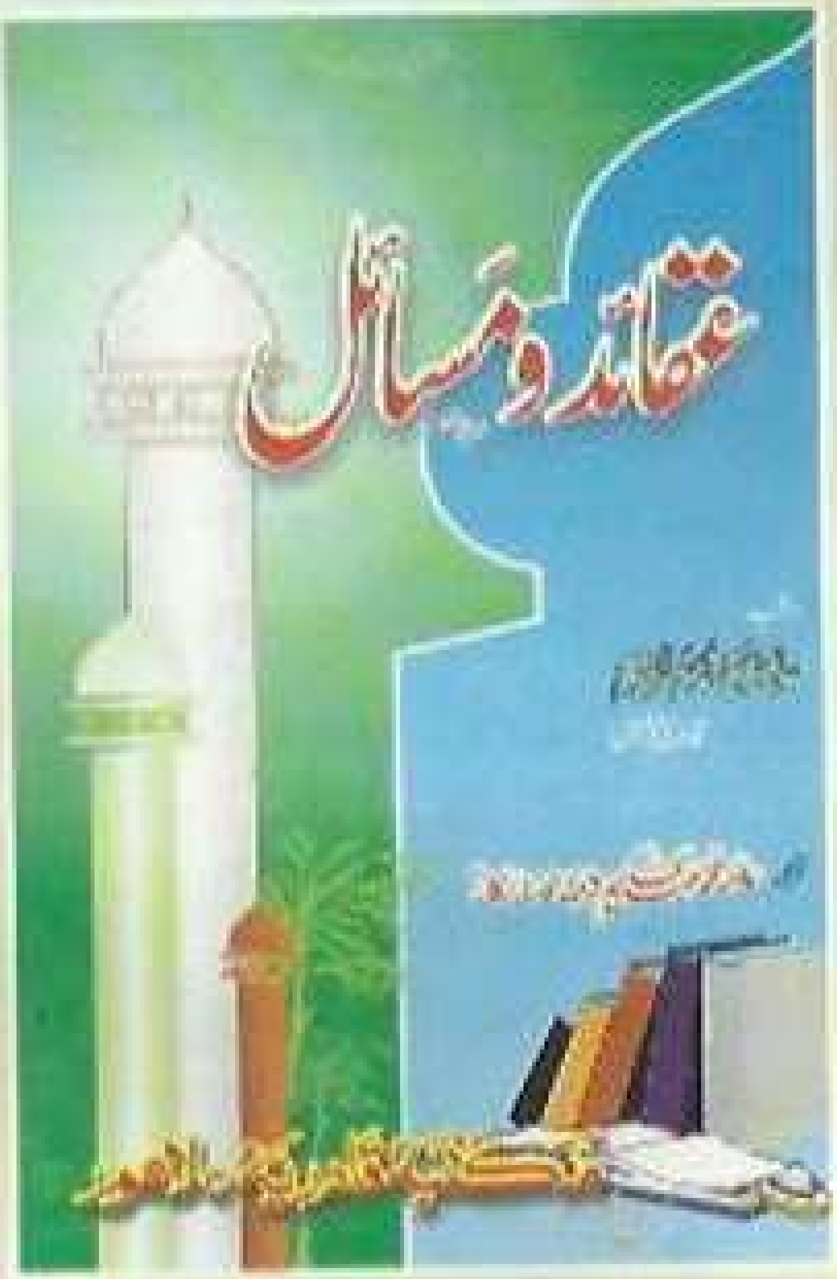

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری برکاتی

- اسلامی عقائد
- عقائد و نظریات
- زندہ و جاوید خوشبوئیں
- سدا بہار خوشبوئیں
- کیا ہم محفل منعقد کریں؟
- مطالع المسرات
- عقائد و معمولات
- تعارف فقہ و تصوف